حافظ ابو بکر بن ابی شیبہؒ اور ان کی المصنف
(ایک تجزیاتی مطالعہ)

جمیلہ شوکت*

صحابہ کرامؓ نے اپنے معمولات زندگی کو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق بنانے کے لئے احادیث رسول ﷺ کے اخذ وحصول اور اس کی تعلیم وتبلیغ کے جس مقدس فریضے کا آغاز کیا تھا وہ دور تابعینؒ اور بعد کے ادوار میں بھی جاری رہا۔

اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم امہ نے ابتدائی تین صدیوں میں علم حدیث کے ساتھ جو اعتناء کیا اور اس کی طرف توجہ دی وہ کسی اور دینی علم کے ساتھ نہ ہوئی۔ اہل علم وفضل کی شب وروز کی سعی پیہم نے حدیث اور اس سے متعلقہ علوم کو اس مقام ومرتبے تک پہنچا دیا کہ بعد میں آنے والے اہل علم کے لیے کسی نئی جہت اور پہلو پر کام کرنے اور اس کو آگے بڑھانے کی گنجائش کم ہی رہ گئی۔

ان ابتدائی تین صدیوں میں علم حدیث کی مختلف النوع خدمت کرنے والوں کا استقصاء واستیعاب ایک دشوار کام ہے تاہم اس مبارک قافلے میں ایک معتد بہ تعداد ایسے شیوخ اور علماء حدیث کی ہے جن کی مساعی جلیلہ نے اس علم کو ایک فن کی شکل دینے میں نمایاں کردار ادا کیا اور اس کو دوسرے علوم وفنون سے ممتاز کر دیا۔

ان صفحات میں علم حدیث کی کہکشاں کے ایک درخشندہ ستارے ابو بکر بن ابی شیبہؒ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

نام ونسب:

ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن القاضی ابی شیبہ الحافظ العبسی (۱) الکوفی (۲) ۱۵۹ھ میں واسط کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے (۳)۔ ان کے دادا ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان م ۱۶۹ھ (۴) جن کی نسبت سے عبد اللہ بن محمد مشہور ہوئے اپنی عدل گستری کی بنا پر اہل شہر میں مقبول ومعزز تھے۔ مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ منصور عباسی (۱۳۶ھ۔ ۱۵۸ھ) کے دور میں تیئیس سال تک واسط کے منصب قضاء پر فائز رہے (۵)۔ ابن ابی شیبہ کے والد محمد بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ) خود بھی ایک ثقہ محدث اور فقیہ تھے اور فارس میں قضاء کے منصب پر رہے (۶)۔ ابو بکر بن ابی

* پروفیسر ایمریطس، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

شیبہ کے علاوہ ان کے دوسرے بیٹے عثمان بن ابی شیبہ م۲۳۹ھ (۷) اور قاسم بن ابی شیبہ (۸) بھی اہل علم میں سے تھے لہٰذا اہل شہر انہیں ''والد المشائخ'' (۹) کے لقب سے پکارتے۔

ابن ابی شیبہ نے چھوٹی عمر ہی سے علم کے حصول کی طرف توجہ دی۔ ذہبی کا قول ہے:

طلب ابو بکر العلم وھو صبی (۱۰)۔ دستور کے مطابق سب سے پہلے اپنے شہر کے اہل علم سے استفادہ کیا ان کے سب سے پہلے اور معمر شیخ، شریک القاضی تھے (۱۱)۔ بصرہ اور کوفہ کے علاوہ دوسرے علاقوں کے محدثین سے استفادہ کیا۔ بغداد گئے اور وہاں درس و تدریس کی مجالس قائم کیں (۱۲)۔ علم حدیث سے قلبی تعلق اور لگاؤ اس قدر تھا کہ اپنے شہر کے تمام شیوخ کے حلقہ ہائے درس میں شرکت کی کوشش کرتے۔ ان کے استاذ عبد الحمید الحمانی (م۲۲۸ھ) کا قول ہے: اولاد ابن ابی شیبة من اھل العلم، کانوا یزاحموننا عند کل محدث (۱۳)۔

اساتذہ:

ابن ابی شیبہ نے مشائخ کی کثیر تعداد سے علم حدیث اخذ کیا (۱۴)۔ ہم یہاں ان کے چند معروف اساتذہ کا اختصار سے ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ ابو الاحوص، سلام بن سلیم الکوفی (م۱۹۲ھ) (۱۵) امام ذہبی نے ان کا ذکر **الامام، الثقة** اور **الحافظ** ایسے اہم القابات سے کیا ہے (۱۶)۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی تالیف المصنف میں ان کی روایات کو شامل کیا۔

۲۔ وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی م ۱۹۷ھ (۱۷): ان کے والد خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں کوفہ میں بیت المال کے ذمہ دار افسر تھے (۱۸)۔ شمار جید علماء میں ہوتا ہے۔ خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے معروف تھے۔ ان کے شاگرد ابن راھویہ نے جو خود بھی بطور حافظ مشہور ہیں اپنے استاد کے حافظہ کا اعتراف کیا (۱۹)۔ علی بن خشرم (م۲۵۷ھ) نے جب ان سے حافظہ کو تیز کرنے کا نسخہ دریافت کیا تو وکیع نے ''ترک معاصی'' تجویز فرمایا (۲۰)۔

۳۔ ابن علیہ، اسماعیل بن ابراھیم الکوفی م۱۹۳ھ (۲۱) قبیلہ بنو اسد کے ساتھ رشتہ موالات تھا (۲۲)۔ اپنی والدہ علیہ جو عالمہ و متدین خاتون تھیں، کی نسبت سے مشہور ہوئے (۲۳)۔

۴۔ عبد الرحمٰن بن مھدی ابو سعید العنبری البصری م ۱۹۸ھ (۲۴): علم حدیث میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ صحیح و غیر صحیح حدیث میں تمیز و پرکھ کا ملکہ حاصل تھا (۲۵)۔

۵۔ القطان، یحیی بن سعید بن فروخ البصری م ۱۹۸ھ (۲۶) علم الرجال پر خصوصی دسترس حاصل تھی (۲۷)۔ عقیدہ خلق قرآن اور فرق باطلہ کے سخت مخالف تھے (۲۸)۔ فروع میں امام ابو حنیفہ کے مسلک پر عامل تھے (۲۹)۔

۶۔ عبداللہ بن ادریس بن یزید المقرئی الکوفی م۱۹۲ھ (۳۰) اپنے وقت کے بہترین قراء میں سے تھے۔لغت کی صحت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔کسی طالب علم کی گفتگو میں قواعد کی غلطی پاتے تو اس سے حدیث بیان نہ کرتے (۳۱)۔خلفاء وامراء سے وابستگی اور تعلق ناپسند تھا(۳۲)

۷۔ عبداللہ بن المبارک الحنظلی م۱۸۱ھ(۳۳) خراسان کے مشہور محدث جو اپنے زہد وتقوی میں معروف تھے۔ اللہ کی رضا اور اس سے اجر کی امید پر علم حدیث کی بلا معاوضہ تعلیم دیتے تھے(۳۴)۔صاحب تالیف تھے(۳۵)

۸۔ ھشیم بن بشیر بن ابی خازم م۱۸۳ھ(۳۶) بغداد کے صاحب تالیف محدث تھے(۳۷) مجالس درس باوقار ہوتیں اور ان کا اتنا رعب ہوتا کہ طلبہ سوال کرنے کی جرات نہ کرتے (۳۸)۔بہترین حافظہ کے مالک تھے حتی کہ بڑھاپے میں بھی حافظہ برقرار رہا۔ابن المبارک نے ایک موقعے پر کہا: ھشیم ان محدثین میں سے ہیں جن کے بڑھاپے نے حفظ پر اثر نہیں کیا(۳۹)

تلامذہ:

ابن ابی شیبہ کے اساتذہ کی طرح تلامذہ کی تعداد بھی کثیر ہے(۴۰) یہاں ہم صرف چند ان تلامذہ کا ذکر کرینگے جنہوں نے اپنی تالیفات میں اپنے شیخ کی روایات کی تخریج کی۔

۱۔ بخاری ،محمد بن اسماعیل بن ابراہیم الجعفی م۲۵۶ھ(۴۱)۔بچپن ہی سے طلبِ علم کی لگن تھی (۴۲)۔کم عمری ہی میں اپنے اقران حتی کہ اساتذہ پر بھی سبقت لے گئے۔امیر المومنین فی الحدیث اور امت کے فقیہہ ایسے القابات حاصل کیے(۴۳)۔ متعدد کتب تالیف کیں (۴۴)۔الجامع الصحیح کتب احادیث میں نمایاں مقام کی حامل ہے اور امت مسلمہ کتاب الہی کے بعد اسے اصح ترین کتاب تسلیم کرتی ہے (۴۵)۔اپنی تالیف **الجامع** میں ابن ابی شیبہ سے تیس روایات بیان کی ہیں(۴۶)

۲۔ مسلم بن الحجاج القشیری النیسا بوری م۲۶۱ھ(۴۷) صاحب تالیف تھے(۴۸)۔اپنے ہم عصر اور استاذ امام بخاری کی متابعت میں احادیث صحیحہ کا انتخاب **الجامع** کی صورت میں پیش کیا۔کتاب کے آغاز میں مفید مقدمہ تحریر کیا۔یہ کتاب صحت کے علاوہ حسن ترتیب کے اعتبار سے بھی منفرد مقام رکھتی ہے(۴۹)۔مسلم نے اپنی **الجامع** میں ابن ابی شیبہ سے پندرہ سو چالیس روایات بیان کی ہیں۔(۵۰)

۳۔ ابوداوٗد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی م۲۷۵ھ(۵۱)۔علم حدیث کے حصول کے لیے دوسرے علاقوں کے سفر کیے۔(۵۲) احکام سے متعلق مستند احادیث کا انتخاب کیا اور اسے **السنن** کا نام دیا۔محمد بن مخلد کا قول ہے:**صار کتابه السنن لا صحاب الحدیث کالمصحف یتبعونه ولا یخالفونه** (۵۳)

۴۔ ابن ماجہ محمد بن یزید ابوعبداللہ القزوینی م ۲۷۳ھ (۵۴) کتاب السنن کے علاوہ تاریخ وتفسیر پر بھی تالیفات مرتب کیں(۵۵)۔اچھے حافظے کے ساتھ ساتھ نقد حدیث پر بھی دسترس حاصل تھی(۵۶)۔ابوزرعہ الرازی نے ان کی السنن کو بنظر تحسین دیکھا۔(۵۷)۔

۵۔ احمد بن حنبل ابوعبداللہ الشیبانی م۲۴۱ھ(۵۸) پیدائش سے قبل ہی والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے(۵۹)۔چھوٹی عمر سے علم حدیث کی تحصیل کا آغاز کیا(۶۰)۔المسند اور کتاب العلل مشہور کتب ہیں(۶۱)۔عقیدہ خلق قرآن کی مخالفت کی اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں(۶۲)

۶۔ حسن بن سفیان ابوالعباس الخراسانی النسوی م۳۰۱ھ(۶۳)مشہور محدث فقیہ اور ادیب تھے(۶۴)۔ابوثور (م۲۴۰ھ) کے مذہب کے مطابق فتوی دیتے تھے(۶۵)۔علی بن جعد(م۲۳۰ھ) سے ابن ابی شیبہ کی تالیفات کا سماع کیا اور السنن ابوثور سے سنی(۶۶)۔کتاب المعرفۃ و التاریخ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔متعدد مقامات پر اپنے شیخ سے روایات بیان کی ہیں۔

۷۔ بقی بن مخلد بن یزید ابوعبدالرحمٰن الاندلسی م ۲۷۶ھ(۶۷)علم حدیث سے محبت ان کو دیار مشرق کھینچ لائی۔بغداد کے اہل علم سے استفادہ کیا اور ابن ابی شیبہ کے علم وفضل سے متاثر ہوئے(۶۸)۔مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ اندلس میں مصنف ابن ابی شیبہ کو سب سے پہلے انہوں نے متعارف کرایا(۶۹)۔صاحب تالیف تھے۔علم حدیث سے محبت اور لگن کی وجہ سے صارت الاندلس دار حدیث و اسناد (۷۰)

۸۔ محمد بن وضاح ابوعبداللہ المروانی م۲۸۷ھ(۷۱) طلب حدیث کے لیے بلاد مشرق کا سفر کیا(۷۲)۔اندلس میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔(۷۳)

۹۔ جعفر بن محمد ابوبکر الفریابی القاضی م۳۰۱ھ(۷۴)طلب حدیث کی لگن میں بلاد مغرب کا سفر کیا(۷۵)۔دینور کے قاضی رہے(۷۶)۔ان کے حلقہ ہائے درس اتنے مقبول تھے کہ ہزاروں افراد شریک ہوتے اور تین سو سے زیادہ مستملی ہوتے(۷۷) اور بعض لوگوں کو جگہ حاصل کرنے کے لیے رات مقام درس پر ہی بسر کرنی پڑتی۔(۷۸)

حفظ وضبط:

محدثین وشیوخ کے حفظ و اتقان کے واقعات حیرت انگیز ہیں۔محدثین کی ایک کثیر تعداد سید الحفاظ کے لقب سے معروف ہے۔اس جماعت اور گروہ کے ایک رکن ابن ابی شیبہ بھی ہیں جن کا حافظہ بطور مثال بیان کیا جاتا ہے(۷۹)۔بچپن ہی سے حافظہ بہترین تھا۔چودہ سال کی عمر میں اپنے ایک شیخ سے اخذ کردہ احادیث کے بارے میں

کسی نے شک کا اظہار کیا تو جواب دیا: **وانا یومئذ احفظ للحدیث منی الیوم** (۸۰)۔ ان کے ہمعصر عمرو بن علی الفلاس (۲۴۹ھ) جو خود بھی بہترین حافظہ کے مالک تھے فرماتے ہیں: **مارا یت احداً أحفظ من أبی بکر بن أبی شیبة** (۸۱)۔ ان کے ایک شاگرد صالح بن محمد جزرہ (م۲۹۳ھ) کا بیان ہے: مذاکرہ کے وقت ابن ابی شیبہ سے بہتر یادداشت کسی کی نہیں ہوتی تھی (۸۲)۔ ابن حبان کے بقول اپنے زمانے میں مقطوع روایات (۸۳) کے سب سے بڑے حافظ تھے (۸۴)۔

ان کے ایک اور ممتاز شاگرد حافظ ابو زرعہ نے ان کی یادداشت کا اعتراف کیا اور جب عبدالرحمٰن بن خراش نے ابو زرعہ کو بغداد کے محدثین کے حفظ و یادداشت کے بارے میں جتانا چاہا تو انہوں نے جواب دیا: **دع اصحابك فانهم اصحاب مخاريق مارأيت أحفظ من ابی بکر بن ابی شیبة** (۸۵)۔ عبدان الاھوازی کا قول ہے کہ ابوبکر اور کچھ دوسرے محدثین اسطوانہ عبداللہ بن مسعود کے پاس (شاید مذاکرہ حدیث کے لیے) بیٹھتے۔ ان کے تمام ساتھی خاموش ہو جاتے لیکن ابن ابی شیبہ احادیث بیان کرتے رہتے (۸۶) خطیب نے انہیں **متقنا حافظامکثراً** (۸۷) کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

علمی مقام:

ابن ابی شیبہ کے معاصر علماء اور بعد میں آنے والے محدثین و علماء نے ان کے علم و فضل اور فن حدیث میں دسترس اور تبحر کا اعتراف کیا ہے۔

امام ذھبی نے **تذکرة الحفاظ** میں **عدیم النظیر، الثبت، النحریر** (۸۸) کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ابن منجویہ اور ابن حبان نے متقن حافظ اور متدین (۸۹) کے الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ اپنے وقت کے نامور محدث و فقیہ تھے۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے چار نے بلاواسطہ استفادہ کیا اور اپنے مجموعہ ہائے احادیث میں ان کی روایات کو جگہ دی (۹۰)۔ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں بالواسطہ کثرت سے احادیث ان سے منقول ہیں۔ ابوعبید قاسم بن سلام کا بیان ہے کہ علم حدیث چار اشخاص پر آ کر منتہی ہوا جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ حسن اداء، احمد بن حنبل تفقہ، یحیی بن معین جامعیت اور علی بن المدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں (۹۱) ایک اور موقع پر ابوعبید ہی نے کہا: حدیث کے ربانی عالم چار ہیں جن میں حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے احمد بن حنبل اور حسن سیاق میں سب سے اچھے علی بن المدینی اور تصنیف و تالیف میں خوش سلیقہ اور باذوق ابوبکر بن ابی شیبہ اور صحیح و غیر صحیح احادیث کا علم رکھنے والے یحیی بن معین ہیں (۹۲)۔ ابن ابی شیبہ کے شاگرد ابو زرعہ رازی جنہوں نے علم حدیث میں نمایاں مقام

حاصل کیا ان کا کہنا ہے کہ میں نے ابن ابی شیبہ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں ہیں(۹۳)۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ میرے نزدیک اپنے بھائی عثمان سے افضل ہیں(۹۴)۔کسی نے ابن معین سے دریافت کیا کہ کوفہ میں کس محدث سے احادیث لکھی جائیں۔ انھوں نے جواب دیا ابوشیبہ کے دونوں بیٹوں ابوبکر وعثمان سے(۹۵)۔

حافظ ابن کثیر نے **احد الاعلام و ائمة الاسلام** (۹۶)وغیرہ القاب سے ان کو یاد کیا ہے ابن العماد الحنبلی نے **الامام، أحد الأ علام** کہا (۹۷)۔برصغیر کے ممتاز محدث شاہ عبد العزیز نے ان کو حدیث میں امام تسلیم کیا ہے(۹۸)۔ ماہر علم حدیث علامہ زاہد کوثریؒ کہتے ہیں: **وهو من كبار أئمة الحديث** (۹۹)

ابن ابی شیبہ سنت کے پابند تھے۔دین میں بدعات اور غلو کو ناپسند کرتے تھے۔دوسری صدی ہجری میں مختلف کلامی فرقے ظہور میں آئے اور انہوں نے دین وعقائد کے بارے میں عقلی موشگافیاں کیں۔محدثین نے ان کا سختی سے نوٹس لیا۔عقیدہ خلق قرآن جس کا آغاز مامون کے عہد میں ہوا اور معتصم اور واثق کے دور میں عروج پر پہنچا۔ان خلفاء نے علماء ومحدثین کو جبراًعقیدہ خلق قرآن کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا اور جن اہلِ علم نے انکار کیا وہ قید وبند کی صعوبتوں میں گرفتار ہوئے۔خلیفہ متوکل نے اہل علم کی ایک جماعت کو جس میں ابن ابی شیبہ شامل تھے معتزلہ اور جھمیہ کے پھیلائے شکوک وشبہات کو رد کرنے پر مامور کیا (۱۰۰)۔مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسجد رصافہ میں ان بدعتی فرقوں کو استحصال اور ان کے رد میں احادیث کو مئوثر انداز میں بیان کیا کرتے تھے۔ان کا انداز بیان اس قدر دلنشین ہوتا کہ ہزاروں حاضرین ان مجالس میں شریک ہوتے۔(۱۰۱)

علم حدیث کا یہ عالم و ماہرؒ ۸ محرم جمعرات کی شب ۲۳۵ ھ میں تقریباً ۷۴ سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جاملا(۱۰۲)۔

تالیفات:

ابوبکر بن ابی شیبہ ان علماء وحفاظ میں سے ہیں جنہوں نے معاصرین کے اخذ واستفادہ کے لیےعلوم دینیہ بالخصوص حدیث کے حلقہ ہائے درس قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اس خزینہ علم وعرفان کو تحریر وتصنیف کے ذریعے آنے والی نسلوں کے لیے بھی محفوظ کر دیا۔

ابن ابی شیبہ باکمال مصنف تھے۔رامہرمزی کا قول ہے کہ ابوعبید قاسم بن سلام اور ابن ابی شیبہ سے بڑھ کر کوئی مصنف نہیں(۱۰۳)۔ان ہی کا قول ہے:**تفرد بالكوفة ابوبكر بن ابى شيبة بتكثير الابواب وجودة الترتيب و حسن التاليف**(۱۰۴)ذھبی نے انہیں **صاحب التصانيف الكبار** کہا ہے۔(۱۰۵) ابوعبید جوخود مفید کتب کے مئولف

ہیں کا بیان ہے: احسنهم و ضعا لكتاب ابو بكر بن ابی شيبة (۱۰۶) ابن منجویہ کا قول ہے: ممن كتب و صنف و جمع (۱۰۷)۔ ابن کثیر کا قول ہے: وصاحب المصنف الذی لم يصنف مثله قط لا قبله ولا بعده، (۱۰۸) ان کے تذکرہ نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف تھیں لیکن ان میں سے بیشتر معدوم ہیں۔ ابن ندیم اور دیگر تذکرہ نگاروں کے بیان سے درج ذیل کتابوں کے نام سامنے آتے ہیں:

كتاب التفسير، كتاب الاحكام ، كتاب السنن فی الفقه ، كتاب التاريخ ،كتاب الفتن ،كتاب صفين ،كتاب الجمل ،كتاب الفتوح ،كتاب المسند،المصنف(۱۰۹)۔ کتب خانہ الظاہریہ دمشق کی فہرست مخطوطات سے كتاب الايمان ، كتاب الاداب اور كتاب الجهاد کا پتہ بھی ملتا ہے۔ (۱۱۰) زرکلی صاحب الاعلام نے دوسری کتب کے علاوہ ایک کتاب الزکاۃ کی نشان دہی بھی کی ہے (۱۱۱)۔ ہماری معلومات کے مطابق ان تمام تالیفات میں سے صرف المصنف دنیا کے مختلف مکتبات میں موجود ہے اور شائع ہو چکی ہے (۱۱۲)۔

المصنف:

تیسری صدی ہجری میں المصنف نام سے حدیث کے بے شمار مجموعے مرتب ہوئے (۱۱۳) لیکن ان میں سب سے زیادہ اہم، جامع اور مفید مصنف ابن ابی شیبہ ہے جس کی بدولت مؤلف کو لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے منہج اور خصائص واہمیت کا اختصار سے جائزہ لیا جائے۔

یہ ضخیم کتاب اڑتیس (۳۸) کتب اور ہر کتاب متعدد ابواب پر مشتمل ہے۔ بعض کتب کے ابواب کی تعداد پانچ صد (۵۰۰) سے بھی زیادہ اور بعض ایک پر محیط ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ہر کتاب کے بے شمار تراجم ابواب قائم کیے اور ہر ترجمہ باب سے متعلق مسئلہ کے بارے میں اہل علم وفضل کے مختلف فیہ اور متفق علیہ (۱۱۴) روایات کو جمع کر دیا ہے۔

مطبوع المصنف میں مؤلف کا کوئی مقدمہ نہیں۔ کتاب کا عنوان الكتاب المصنف فی الأحاديث والآثار ہی ان کے منہج پر دلالت کرتا ہے۔ ابن ابی شیبہ عبادات اور دیگر معاشرتی مسائل سے متعلق منتخب احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، میسر اقوال و آراء صحابہ، تابعین اور تبع تابعین بغیر کسی تبصرے کے جمع کر دیئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب کتب فقہ کے انداز پر ہے لیکن محدثین کے طریقے کے مطابق تمام روایات کو سند کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اس ضخیم کتاب کا آغاز كتاب الطهارة سے ہوتا ہے اور اختتام كتاب الجمل پر ہوتا ہے۔

المصنف کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بہترین ہے۔ یہ کتاب اہل کوفہ میں معروف اور متداول تھی۔ بقی بن مخلد اندلسی طلب حدیث کے لیے اسلامی قلمرو کے مشرقی حصے بغداد وکوفہ وغیرہ آئے تو ابن ابی شیبہ کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے (۱۱۵)۔ انہوں نے جب المصنف کو دیکھا تو اسے پسند کیا اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے اپنے ساتھ اندلس

لے گئے۔ابن الفرضی اور ذھبی بقی بن مخلد کے ترجمے میں لکھتے ہیں: **ومما انفرد به ولم يد خله سواه مصنف ابی بکر بن ابی شيبة بتمامه** (۱۱۶)۔

المصنف کسی خاص مسلک کی ترجمان نہیں مئولف نے فقہی معاملات ومسائل میں مختلف فقہاء اور علماء کی آراء کا ذکر کیا ہے جو ان کی رواداری اور وسعت قلبی پر دلالت کرتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ بقی بن مخلد اندلسی نے اپنے حلقہ درس میں اس کتاب سے پڑھا تو اہل الرائے کے ایک گروہ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور مخالفت کی(۱۱۷)۔اہل اندلس کی غالب اکثریت مالکی مسلک کی پیروکار تھی مالکی مسلک کے علاوہ دوسرے مسالک و مذاہب ان کے نزدیک ناقابل قبول تھے۔خلیفہ وقت محمد بن عبدالرحمٰن جو خود صاحب علم اور علماء و فضلاء کا قدردان تھا اسے جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے صحیح صورت حال جاننے کے لیے **المصنف** کے اجزا کا خود مطالعہ کیا اور اسے پسند کیا۔بقی کو کہا کہ **انشر علمك و ارو ما عندك و نهاهم ان يتعر ضوا له** (۱۱۸)۔ علاوہ ازیں خلیفہ نے اپنی ذاتی کتب خانہ کے لیے بھی ایک نسخہ کی تیاری کا حکم دیا(۱۱۹)

اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس کی اکثر مرویات کتب صحاح میں موجود ہیں جو اس کی احادیث کی صحت اور حجت ہونے کی دلیل ہے۔جیسا کہ بیان ہوا کہ امام بخاری امام مسلم اور ابوداؤد،ابن ماجہ جو ابن ابی شیبہ کے شاگرد تھے انہوں نے اپنے شیخ کی بہت سی روایات اپنی تالیفات میں بیان کی ہیں۔(۱۲۰)

اس کتاب میں مرفوع و متصل روایات کے ساتھ مرسل ،منقطع اور موقوف احادیث بھی ہیں۔مسائل میں آثار صحابہ و تابعین اور دیگر فقہاء کے فتاوی اور آراء بھی موجود ہیں۔غالباً یہ واحد کتاب ہے جس سے معلاملات و مسائل مین سلف کے تعامل اور مسائل میں ائمہ کے اتفاق و اختلاف کا پتا چلتا ہے، بالخصوص اہل عراق کے مسلک کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ زاہد الکوثری مئولف کی اس خدمتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں: **له منة عظيمة على مذهب اهل العراق لأنه اجمع كتاب لأدلتهم فى الفقه** (۱۲۱)

احناف کے متدلات کثرت سے ہیں۔ہم نمونے کے طور پر کتاب سے چند مثالیں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص تیمّم سے نماز پڑھتا ہے اور پھر اس وقت کی نماز کے دوران پانی میسر آجائے تو بعض کے نزدیک نماز کا اعادہ کرے گا جبکہ بعض کے نزدیک تیمّم سے پڑھی گئی نماز کافی ہوگی۔امام زھری،عطاء،طاؤس وغیرہ کا یہی طرزِ عمل تھا۔آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے دونوں قسم کے لوگوں کی مثالیں سامنے آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: **الذى أعاد فله أجر ها مرتين و أما الآ خر فقد اجزأت عنه صلاته**۔ (۱۲۲)

۲۔ حمام میں غسل کرنے کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف درج کرتے ہیں۔بعض روایات کی رو سے ابن عمر، حسن بصری، ابن سیرین وغیرہم حمام میں غسل پسند نہیں کرتے تھے جبکہ بعض ائمہ کرام حمام میں غسل کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے۔ابو درداء کی نسبت یہ قول بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا: **نعم البيت الحمام** (۱۲۳)

۳۔ تشھد میں عورت کے بیٹھنے کی کیفیت و ہیئت کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال بیان کرتے ہیں۔ بعض اہلِ علم نے مرد وعورت کے جلوس میں فرق نہیں کیا جبکہ بعض نے فرق کیا اور فتویٰ دیا کہ عورت سرین پر بیٹھے۔ صحابہ کرام کی ازواج محترمات اور ابن عمرؓ کے گھر کی خواتین کے بارے میں روایت ہے: **کن نساء ابن عمر یتربعن فی الصلاۃ** جبکہ بعض روایات میں نماز پڑھنے والی خاتون پر چھوڑ دیا گیا کہ جس طرح سہولت محسوس کرے بیٹھ سکتی ہے۔عورت کے سجدہ کرنے کی ہیئت وصورت کے بارے میں بعض آثار و روایات کا ذکر ہے۔بعض ائمہ نے عورت اور مرد کے سجدہ کرنے کی ہیئت میں فرق نہیں کیا جبکہ بعض دوسرے اہل علم نے عورت کے لیے مرد کی طرح سجدہ کرنا درست نہ سمجھا۔حضرت علیؓ اور مجاہد وغیرہ سے مروی ہے کہ عورت اپنے پیٹ کو اپنی ران سے لگالے۔ابراھیم النخعی کہا کرتے کہ عورت: **لا ترفع عجیزتها فلتلزق بطنها بفخذیها** (۱۲۴)

۴۔ بعض ایسی روایات بیان کرتے ہیں جن سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے میت کو غسل دینے والے پر غسل لازم قرار دیا جبکہ بعض نے صرف وضو کو کافی سمجھا (۱۲۵)

۵۔ مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کسی مومن کے مشرک رشتہ دار انتقال کر جائیں تو کیا اس مسلمان کیلئے اپنے اس مشرک رشتے دار کے کفن و دفن میں شریک ہونا جائز ہے اس بات پر اکثر صحابہ اور تابعین اور دیگر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ مسلمان کو اس کی آخری رسومات میں شریک ہونا چاہیے لیکن اس کی زندگی میں ہدایت کی دعا کرنی چاہیے (۱۲۶)

۶۔ مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کوئی شخص سفر کے دوران حالت قیام میں قضاء نماز کی یاد آئے تو وہ حضر کی نماز پڑھے یا سفر کی۔آئمہ کا نقطۂ نظر ہے کہ اگر سفر کی حالت میں حضر کی نماز یاد آئے تو حضر کی نماز پڑھے گا اور اگر حضر میں سفر کی بھُولی ہو نماز یاد آئے تو وہ سفر کی نماز ادا کرے گا (۱۲۷)

۷۔ کیا نکاح ولی کے بغیر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیا ولی کا مرد ہونا لازم ہے یا بعض صورتوں میں عورت بھی ولیہ کا کردار ادا کرسکتی ہے۔مسئلہ کے ان تمام پہلوؤں پر اقوال ائمہ پیش کئے گئے ہیں (۱۲۸)۔

۸۔ اسی طرح سجود قرآن کی تعداد، سجدے کی ادائیگی کی صورت اور کیفیت کے بارے میں ائمہ کے اختلافی اقوال بیان کیے گئے ہیں (۱۲۹)۔

۹۔ قرآن حکیم نے ایک مسلمان مرد وعورت کے نکاح کے لیے مہر کو لازم قرار دیا ہے لیکن اس کی تحدید نہ کی بلکہ

ایک راہنما اصول فراہم کیا کہ مرد کی استطاعت کے مطابق ہو۔ اور ادائیگی کی نیت ہو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس اصول کا عملی مظاہرہ فرمایا۔ بعض صحابہ کا لوہے کی ایک معمولی انگوٹھی یا قرآن کا کچھ حصہ سکھانے سے لے کر کہ ہزاروں درہم تک مقرر فرمایا۔ مہر سے متعلق حضرات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے مختلف طرز عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ ابوسعید الخدری کا قول ہے: **لیس علی الرجل جناح ان یتزوج بقلیل من ماله أو کثیر اذا تراضوا واشهدوا** (۱۳۰)

۱۰۔ کتب احادیث میں مروی ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حالت احرام میں نکاح کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین محترم کی آراء کا ذکر کیا گیا ہے کہ بعض نے اس عمل کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مختص سمجھا اور انہوں نے دیگر حلال چیزوں کی حرمت کی طرح اسے بھی جائز نہ سمجھا۔ بعض ائمہ نے آپ کے اس عمل کو سامنے رکھتے ہوئے جائز سمجھا۔ (۱۳۱)

۱۱۔ مسئلہ زیر بحث آیا کہ آیا بیوی متوفی شوہر کو اور شوہر متوفیہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے مختلف آراء کا ذکر کیا گیا ہے۔ سفیان ثوریؒ اور حماد بن زید سے مروی اثر ہے کہ بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو غسل دے سکتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ، عطاءؒ، اور ابوموسی اشعریؓ کا فتوی تھا کہ بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے لیکن شوہر بیوی کو نہیں۔ ابنِ عباس، حسن بصری، عطا سے ایک روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور ابن عباس سے تو یہاں تک منقول ہے: **الرجل احق بغسل امرأته** (۱۳۲)۔ حماد سے مروی ایک اثر یہ بھی ہے کہ دونوں کا ایک دوسرے کو غسل دینا مناسب نہیں۔

المصنف کے مؤلف نے کتب اور ابواب کی تقسیم میں توسع سے کام لیا ہے۔ ابن ابی شیبہ گو بنیادی طور پر محدث ہیں لیکن صاحب نظر ہیں اپنے وقت کے حالات واقعات اور فکری تبدیلیوں سے بخوبی واقف تھے۔ انھوں نے **المصنف** میں بعض ایسی معلومات فراہم کی ہیں جو علم تاریخ کے دائرہ میں آتی ہیں۔ انھوں نے حضرت عثمان کی شھادت کے واقعات و حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ازاں بعد حضرت علی جب خلیفہ بنے تو اس دور میں چند ایسے غیر معمولی واقعات رونما ہوئے جن کے اثرات دیر پا ثابت ہوئے۔ جنگ جمل، جنگ صفین اور خوارج سے متعلق روایات علیحدہ علیحدہ بیان کی ہیں۔ جو بعد میں آنے والے مؤرخین اور تراجم نگاروں کے لیے اہم لوازمے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس کتاب کا ایک اور منفرد پہلو یہ ہے کہ انھوں نے **کتاب الزھد** میں انبیاء کرام علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم، معروف صحابہ کرامؓ، تابعینؒ وغیرھم کے اقوال زریں محفوظ کر دیئے ہیں۔ یہ اقوال بالخصوص دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی تذکیر کے لیے وہ انمول جواہر ہیں جو انسان کو دنیا و آخرت میں فلاح وفوز سے ہمکنار کرنے کیلئے

ضروری ہیں۔

رب ذوالجلال اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مکالمہ بیان کرتے ہیں۔حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا: **ای ربّ! أی عبادك أحب اليك: قال: اكثر هم لی ذکراً: قال: ای عبادك أغنی، قال: الراضی بما أعطيته، قال: ای ربّ! ای عبادك أحكم، قال: الذی يحكم نفسه بما يحكمه علی الناس** (۱۳۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا حکیمانہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: **افضل العبادة اداء الفرائض و اجتناب المحارم** (۱۳۴)

اگرچہ دیگر کتب حدیث میں موقعہ محل کی مناسبت سے بعض اولیات کا ذکر تو ملتا ہے لیکن ابن ابی شیبہ نے ایک مستقل عنوان باندھا ہے جس میں بعد میں آنے والوں کے لیے مفید معلومات کو جمع کر دیا ہے(۱۳۵)

ایک کتاب **الرد علی ابی حنیفه** بھی اس میں موجود ہے (۱۳۶)۔مئولف نے اس کتاب میں ایک سو پچیس مسائل کی بابت کہا کہ ان میں امام ابوحنیفہ کا عمل حدیث و آثار سے ثابت عمل کے برعکس ہے (۱۳۷)

اہلِ علم نے کتاب کی تعریف و تحسین کی ہے، ابن کثیر (م۷۷۴ھ) **المصنف** کی تعریف و توصیف میں کہتے ہیں:

و صاحب المصنف الذی لم يصنف احد مثله قط لا قبله ولا بعده (۱۳۸) ۔

صاحب **کشف الظنون** کا بیان ہے:

هو كتاب كبير جدا جمع فيه فتاوی التابعين و اقوال الصحابة و احاديث الرسول الله صلی الله عليه وسلم علی طريقة المحدثين بالا سا نيد مرتباً علی الكتب والا بواب علی ترتيب الفقه (۱۳۹)

مئولف **الرسالة المستطرفة** کہتے ہیں:

جمع فيه الأحاديث علی طريقة المحدثين وبالاسانيد وفتاوی التابعين وأقوال االصحابة، مرتباً علی الكتب (۱٤۰)

محدث زاہد الکوثری ذیل تذکرۃ الفاظ کے حاشیہ میں کہتے ہیں:

والمصنف احوج ما يكون الفقيه اليه من الكتب الجامعةللمسا نيد والمراسيل و فتاوی الصحابة والتابعين ، رتبه علی الابواب ليقف المطالع علی مواطن الاتفاق و الاختلاف بسهولة و هو من اجمع الكتب لأ دلة الفقهاء، خاصة أهل العراق (۱٤۱)۔

یہی مئولف اپنی کتاب **النكت الطريفة** میں کہتے ہیں:

كتاب المصنف اجمع كتاب الف فى احاديث الاحكام، رتبه على ابواب الفقه، سرد فى كل باب منه ماورد فيه من مرفوع موصول، ومرسل مقطوع، وموقوف و قول تابعى وأقوال سائر اهل العلم فى المسألة يعانيها، فيسهل بذلك على القارى ان يحكم على تلك المسألة أنها اجماعية أو خلافية (١٤٢)

ابن حزم اندلسی ظاہری (م ۴۵۶ ھ) **المصنف** کو امام مالک کی **الموطأ** سے **افضل** مانتے ہیں(۱۴۳)

الغرض یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی تالیف میں مسلک کی جس رواداری اور وسعت قلبی کا ثبوت دیا ہے بعد میں آنے والے اسے آگے نہ بڑھا سکے بلکہ اس غیر جانبدارانہ انداز کو بھی قائم نہ رکھ سکے۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ کتب حدیث وفقہ کی وہ شروح جن میں احادیث احکام سے بحث کی جائے وہ اس سے مستغنی نہیں رہ سکتیں۔

علامہ زاہد الکوثری کا تبصرہ بڑا جامع اور کتاب کے محاسن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الواقع ان المصنف لابن ابى شيبة من الآثار الخالدة (١٤٤)

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن ابی شیبہ بنو عبس کے مولی تھے اور اسی نسبت سے عبسی کہلائے (خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، قاہرہ، ۱۹۳۱، ۶۶/۱۰؛ ذھبی، سیر اعلام النبلاء، تحقیق: شعیب الارنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲، ۱۲۲/۱۱؛ ابن حجر، تھذیب التھذیب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴، ۶/ ۵) بنو عبس قبیلہ غطفان کی ایک شاخ ہے۔ (عبدالکریم السمعانی، الانساب، تحقیق: عبداللہ عمر البارودی، دارالجنان، بیروت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸، ۴/ ۱۴۰) یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ قبیلہ عبس کی طرف اس خانوادہ کی نسبت آزاد کردہ غلام کی نہیں بلکہ موالی کی اس جماعت سے تھی جو غیر عرب علاقوں سے مسلمان ہونے کے بعد کوفہ اور بصرہ وغیرہ میں آباد ہو گئے تھے اور انھوں نے کسی عرب قبیلہ سے دوستی وموالات کا معاملہ کر لیا تھا۔

(۲) تفصیل کے لیے: ابن ابی حاتم، کتاب الجرح و التعدیل، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۰ھ، ۵/ ۱۲۰؛ تاریخ بغداد، ۶۶/۱۰؛ تھذیب التھذیب، ۶/ ۵؛ ذھبی، میزان الاعتدال، تحقیق: علی محمد البجاوی، داراحیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء، ۲/ ۴۹۰؛ ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف الاسلامیہ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷، ۲/ ۴۳۲؛ ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم، ۱/ ۳۸۵؛ سیر اعلام النبلاء، ۱۱/ ۱۲۲؛، البستی، تاریخ الثقات، ۲۷۶

(۳) ذہبی، سیر، ۱۲۲/۱۱، تاریخ بغداد، ۱۱۲/۲ ان کے بیٹے ابراہیم بن عبد اللہ ابو شیبہ العبسی الکوفی (م۲۶۵ھ) مشہور محدث تھے (دیکھیے: سیر، ۱۲۸/۱۱، تھذیب، ۱۲۳/۱) ان کے بھتیجے ابوجعفر محمد بن عثمان (م ۲۹۷ھ) بغداد کے ثقہ محدث تھے (تاریخ بغداد، ۴۲/۳؛ تذکرہ، ۶۶۱/۲، میزان، ۶۴۱/۳) لیکن بقول ذھبی وابو بکر اجلھم (سیر، ۱۲۲/۱۱)۔

(۴) تاریخ بغداد، ۱۱۱/۶؛ تھذیب، ۱۳۰/۱

(۵) الانساب، ۱۴۰/۴؛ تاریخ بغداد، ۱۱۲/۶، ۱۱۱

(۶) ایضاً، ۱۴۰/۴، تھذیب، ۱۱/۹، تفصیل کے لیے؛ تاریخ بغداد، ۱/ ۳۸۳، بخاری، التاریخ الکبیر، ۲۵۰/۶

(۷) تفصیل کے لئے: تاریخ بغداد، ۱۱/ ۲۸۳؛ تذکرۃ، ۲/ ۴۴۴؛ میزان، ۳۵/۳؛ تھذیب، ۷/ ۱۳۲؛ سیر، ۱۵۱/۱۱

(۸) میسر مصادر میں تفاصیل نہ مل سکیں۔

(۹) الانساب، ۱۴۰/۴

(۱۰) سیر، ۱۲۲/۱۱

(۱۱) ایضاً،۱۲۲/۱۱

(۱۲) تاریخ بغداد،۶۶/۱۰، ۶۷، تھذیب، ۶/۶

(۱۳) سیر،۱۲۳/۱۱؛ تھذیب، ۵/۶؛ تاریخ بغداد،۶۸/۱۰

(۱۴) تاریخ بغداد،۶۶/۱۰؛ تھذیب، ۵/۶-۶؛ سیر،۱۲۲/۱۱

(۱۵) تفصیل کے لئے الفسوی یعقوب بن سفیان ،، کتاب المعرفة و التاریخ، ۱۷/۱؛ تذکرہ، ۲۵۰/۱؛ الحنبلی، ابن العماد،شذرات الذهب، دارالمیسر ة، بیروت، ۱۳۹۶ھ /۱۹۷۹ء، ۲۹۲/۱؛ تھذیب،۲۵۵/۴؛ سیر، ۲۸۱/۸

(۱۶) سیر،۲۸۱/۸

(۱۷) یعقوب بن سفیان، کتاب المعرفة والتاریخ،مکتبة الدار مدینہ منورہ،۱۴۱۰ھ، ۱۷۵/۱، تاریخ بغداد،۴۶۶/۱۳؛ تھذیب، ۱۰۹/۱۱؛ میزان الاعتدال،۳۳۵/۴، شذرات، ۳۴۹/۱؛ سیر، ۱۴۰/۹؛ تذکرة، ۳۰۶/۱

(۱۸) سیر، ۱۴۲/۹؛ تھذیب،۱۱۴/۱۱

(۱۹) سیر، ۱۵۷/۹؛ تھذیب،۱۱۴/۱۱

(۲۰) ایضاً، ۱۵۱/۹؛ تھذیب، ۱۱۳/۱۱

(۲۱) الجرح،۱۵۳/۲؛تاریخ بغداد، ۲۲۹/۶؛تذکرة الحفاظ،۳۲۲/۱؛ سیر، ۱۰۷/۹؛ تھذیب، ۲۴۹/۱

(۲۲) سیر، ۱۰۷/۹؛تھذیب، ۲۴۹/۱؛ تاریخ بغداد،۲۲۹/۲، ۲۳۱

(۲۳) سیر، ۱۰۷/۹،۱۱۳؛ تاریخ،۲۳۰/۶

(۲۴) تاریخ بغداد،۲۴۰/۱۰؛ تھذیب، ۲۴۷/۶؛ تذکرة،۳۲۹/۱؛سیر، ۱۹۲/۹

(۲۵) سیر، ۱۹۲/۹، ۱۹۷؛تاریخ،۲۴۲/۱۰،۲۴۳

(۲۶) الجرح، ۱۵۰/۹؛ تذکرة،۲۹۸/۱؛تھذیب،۱۸۹/۱۱؛تاریخ بغداد،۱۳۵/۱۴؛ سیر، ۱۷۵/۹

(۲۷) سیر، ۱۷۷/۹،۱۸۳؛ تھذیب، ۱۹۱/۱۱؛ تاریخ،۱۳۹/۱۴

(۲۸) ایضاً، ۱۷۹/۹،۱۸۲

(۲۹) ایضاً، ۱۷۶/۹

(۳۰) الجرح، ۸/۵؛ تھذیب، ۱۲۸/۵، تذکرة، ۲۸۳/۱؛ سیر، ۴۲/۹؛ تاریخ بغداد، ۴۱۵/۹

(۳۱) تاریخ بغداد، ۴۱۹/۹؛ سیر، ۴۴/۹

(۳۲) سیر، ۴۵/۹-۴۶

(۳۳) الجرح، ۱۷۹/۵؛ ابن خلکان، وفیات الاعیان، بیروت، ۱۹۷۸ء، ۳۲/۳؛ تھذیب، ۳۳۸/۵؛ تاریخ بغداد،

۱۵۲/۱۰؛ سیر، ۳۷۸/۸

(۳۴) سیر، ۳۸۷/۸

(۳۵) ایضاً، ۳۸۰/۸؛ تھذیب، ۳۴۰/۵

(۳۶) کتاب المعرفۃ، ۱/ ۱۷۴، ۲۳۴؛ الجرح، ۱۱۵/۹؛ تاریخ بغداد، ۸۵/۱۴؛ تھذیب، ۵۳/۱۱؛ تذکرۃ، ۱۴۹/۱؛ سیر، ۲۸۷/۸

(۳۷) سیر، ۲۸۹/۸؛ تھذیب، ۵۴/۱۱

(۳۸) ایضاً، ۲۹۰/۸

(۳۹) ایضاً، ۲۹۰/۸

(۴۰) سیر، ۱۲۳/۱۱؛ تاریخ بغداد، ۶۶/۱۰

(۴۱) الجرح، ۱۹۱/۷؛ تاریخ بغداد، ۴/۲؛ تذکرۃ، ۵۵۵/۲؛ تھذیب، ۴۷/۹؛ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷، ۳۱/۱۱؛ سیر، ۳۹۱/۱۲؛ شذرات الذھب، ۱۳۴/۲

(۴۲) سیر، ۳۹۳/۱۲

(۴۳) ایضاً، ۱۲/ ۴۱۹، ۴۲۴، ۴۳۲

(۴۴) ایضاً، ۱۲/ ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۵

(۴۵) تھذیب، ۹/ ۴۴؛ السیوطی، تدریب الراوی، تحقیق: د/احمد عمر ہاشم، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵، ۶۸/۱

(۴۶) تھذیب، ۶/۶

(۴۷) الجرح، ۸/ ۱۸۲؛ تاریخ بغداد، ۱۰۰/۱۳؛ تذکرہ، ۵۸۸/۲؛ البدایۃ، ۱۱/ ۴۰؛ تھذیب، ۱۰/ ۱۱۴؛ شذرات ۱۴۴/۲؛ سیر ' ۱۲/ ۵۵۷

(۴۸) سیر، ۱۲/ ۵۷۹؛ بعض کتب مثلاً کتاب التمییز تحقیق ڈاکٹر اعظمی کتاب العلل تحقیق ابن رجب اور الکنی والاسماء تحقیق عبدالرحیم محمد احمد القشقری شائع ہو چکی ہیں۔

(۴۹) تدریب الراوی، ۱/ ۷۲؛ تھذیب، ۱۱۵/۱۰

(۵۰) الجرح، ۶/ ۴؛ تھذیب، ۶/۶

(۵۱) الجرح، ۱۰۱/۴؛ تاریخ بغداد، ۹/ ۵۵؛ وفیات ۴۰۴/۲؛ تھذیب، ۱۶۹/۴؛ شذرات، ۲/ ۱۶۷؛ سیر ۱۳/ ۲۰۳؛ تذکرۃ ۵۹۱/۲؛ البدایۃ، ۶۵/۱۱

(۵۲) سیر، ۱۳/ ۲۰۴

(۵۳) ایضاً،۱۳/ ۲۱۲

(۵۴) تذکرۃ الحفاظ،۲/ ۶۳۶؛ تھذیب ،۹/ ۵۳۰؛ البدایۃ والنھایۃ،۱۱/ ۶۲؛ سیر،۱۳/ ۲۷۷

(۵۵) سیر،۱۳/ ۲۷۷

(۵۶) ایضاً، ۱۳/ ۲۷۸

(۵۷) ایضاً، ۱۳/ ۲۷۸

(۵۸) الجرح، ۱/ ۲۹۲؛ طبقات ابن سعد، ۷/ ۳۵۴؛ تاریخ فسوی، ۱/ ۲۱۲؛ تاریخ بغداد ،۴/ ۴۱۲؛ تذکرہ،۲/ ۴۳۱؛ تھذیب،۱/ ۶۶؛ شذرات،۲/ ۹۶؛ سیر،۱۱/ ۱۷۷

(۵۹) سیر، ۱۱/ ۱۷۹

(۶۰) ایضاً، ۱۱/ ۱۷۹

(۶۱) مطبوعہ مسانید میں سب سے ضخیم اور مستند مانی جاتی ہے۔کتاب العلل کا حصہ اول Kocygit کی تحقیق کے ساتھ انقرہ سے شائع ہو چکا ہے۔

(۶۲) سیر ،۱۱/ ۲۳۹، ۲۸۸، تفصیل کے لیے رجوع کیجئے سیر کی مذکورہ جلد میں عنوان "محنة" کے تحت ص ۲۳۲ وبعد

(۶۳) الجرح،۳/ ۱۲؛ تذکرۃ،۲/ ۷۰۳؛ البدایۃ،۱۱/ ۱۴۷: میزان، ۱/ ۴۹۲؛ سیر،۱۴/ ۱۵۷

(۶۴) سیر،۱۴/ ۱۵۹

(۶۵) ایضاً،۱۴/ ۱۵۹؛ بقول خطیب ابوثور ابتداء میں زیادہ تر رائے سے فتوی دیا کرتے بعدازاں "رجع عن الرای الی الحدیث" (سیر۱۲/ ۷۵)۔

(۶۶) ایضاً ۱۴/ ۱۵۸

(۶۷) ابن الفرضی، تاریخ علماء الأندلس، دارالکتب العلمیہ ، بیروت ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷، ۸۲-۸۳؛ النباھی، ابوالحسن النباھی، تاریخ قضاۃ الاندلس، لجنۃ احیاء التراث العربی، بیروت،۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳، ۱۸-۱۹، ۵۱؛ حمیدی، جذوۃ المقتبس، تحقیق: السیدعزت العطار، قاہرہ،۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵، ۱۷۷-۱۷۹؛ ابن بشکوال، کتاب الصلۃ، تحقیق السید عزت العطار، مکتبہ خانجی، قاہرہ، ۱/ ۱۱۸؛ البدایۃ، ۱۱/ ۶۷؛ تذکرۃ الحفاظ، ۲/ ۶۲۹؛ ذہبی، العبر ،کویت،۱۹۶۰ء،۲/ ۵۶؛ سیر،۱۳/ ۲۸۵

(۶۸) سیر،۱۳/ ۲۸۶

(۶۹) ایضاً، ۱۳/ ۲۸۷؛تاریخ علماء الاندلس،۸۳

(۷۰) ایضاً، ۱۳/ ۲۸۷؛تاریخ علماء الأندلس،۸۳

(۷۱) تاریخ علماء الاندلس، ۳۰۵-۳۰۶؛ تذکرۃ الحفاظ،۲/ ۶۴۶؛ میزان،۴/ ۵۹؛ شذرات،۲/ ۱۹۴؛ سیر،۱۳/ ۴۴۵؛

جذوۃ، ۹۳۔۹۴

(۷۲) سیر، ۴۴۵/۱۳؛ تاریخ علماء الأندلس، ۳۰۵

(۷۳) ایضاً، ۴۴۵/۱۳۔۴۴۶، ۲۸۷؛ ایضاً، ۳۰۶؛ جذوۃ، ۹۴

(۷۴) تاریخ بغداد، ۱۹۹/۷؛ تذکرۃ، ۶۹۲/۲؛ البدایۃ، ۱۴۳/۱۱؛ شذرات، ۲۳۵/۲؛ سیر، ۹۶/۱۴؛ محمد بن محمد مخلوف، شجرۃ النور الزکیۃ فی طبقات المالکیۃ، المطبعۃ السلفیۃ، ۱۳۴۹ھ، ۷۷/۱

(۷۵) سیر، ۹۸/۱۴؛ شجرۃ النور، ۷۷/۱

(۷۶) ایضاً، ۹۷/۱۴؛ شجرۃ النور، ۷۷/۱

(۷۷) ایضاً، ۹۸/۱۴؛ ایضاً، ۷۷/۱

(۷۸) ایضاً، ۱۰۰/۱۴

(۷۹) ذہبی نے انہیں سید الحفاظ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سیر، ۱۲۲/۱۱، ۱۲۳

(۸۰) سیر، ۱۲۴/۱۱؛ تھذیب، ۶/۶

(۸۱) سیر، ۱۲۳/۱۱؛ تھذیب، ۶/۶

(۸۲) تہذیب، ۶/۶؛ سیر ۱۲۵/۱۱

(۸۳) خطیب نے مقطوع روایت کی تعریف بایں الفاظ کی: **المقاطیع هی الموقوفات علی التابعین** (ابن صلاح، مقدمہ ابن صلاح، دار الفکر دمشق، ۱۹۸۴ء، ۴۷)

(۸۴) تہذیب، ۶/۶

(۸۵) سیر، ۱۲۵/۱۱؛ تھذیب، ۶/۶؛ تاریخ، ۶۹/۱۰

(۸۶) تہذیب، ۶/۶؛ سیر، ۱۲۴/۱۱؛ تاریخ، ۶۹/۱۰

(۸۷) سیر، ۱۲۵/۱۱

(۸۸) تذکرۃ الحفاظ، ۴۳۲/۲

(۸۹) رجال صحیح مسلم، ۳۸۵/۱؛ تھذیب، ۶/۶

(۹۰) سیر، ۱۲۳/۱۱

(۹۱) تاریخ بغداد، ۶۹/۱۰؛ سیر، ۱۲۴/۱۱

(۹۲) ایضاً، ۶۹/۱۰؛ ایضاً، ۱۲۷/۱۱

(۹۳) تذکرۃ الحفاظ، ۴۴۹/۲

(۹۴) سیر، ۱۲۳/۱۱؛ تہذیب، ۵/۶

(۹۵) تاریخ بغداد،۱۰/۷۰

(۹۶) البدایۃ والنہایۃ،۱۰/۶۳۷

(۹۷) شذرات الذہب،۲/۸۵

(۹۸) بستان المحدثین،۴۹

(۹۹) الکوثری، محمد زاہد بن الحسن، **النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی أبی حنیفۃ**، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷، ۳

(۱۰۰) تاریخ بغداد،۱۰/۶۷؛ سیر،۱۱/۱۲۵

(۱۰۱) سیر،۱۱/۱۲۵

(۱۰۲) تاریخ بغداد،۱۰/۷۱؛ سیر، ۱۱/۱۲۷

(۱۰۳) الرامھر مزی، حسن بن عبدالرحمٰن، **المحدث الفاصل**، تحقیق: عجاج الخطیب، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴، ۶۱۴

(۱۰۴) ایضاً،۶۱۴

(۱۰۵) العبر،۱/۳۳۱؛سیر،۱۱/۱۲۲

(۱۰۶) سیر،۱۱/۱۲۷؛ تاریخ بغداد،۱۰/۶۹

(۱۰۷) ابن منجویہ، رجال صحیح مسلم،۱/۳۸۵

(۱۰۸) البدایۃ،۱۰/۶۳۷

(۱۰۹) **الفہرست**،۳۰۲؛ **تاریخ بغداد**،۱۰/۶۶؛ **تذکرۃ الحفاظ**،۲/۴۳۲؛ سیر، ۱۱/۱۲۲، ۱۲۵؛ **الاعلام**،۴/۱۱۸؛ الکتانی، محمد بن جعفر، **الرسالۃ المستطرفۃ**، اصح المطابع، کراچی،۱۹۶۰ء، ۳۵-۳۶؛

Fuat Sezgin, Gestchichte Des. Arabischen, E.J. Brill, 1967. V.1, 108,109

کتاب **المسند** اور **المصنف** کو بعض اہل علم نے ایک ہی تصنیف قرار دیا ہے (سیزگین،۱/۱۰۸)؛ حاجی خلیفہ کا بھی یہی گمان ہے (۲/۱۷۱۲)۔ **المسند** اور **المصنف** کا طرز ترتیب ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں الگ الگ کتابیں تھیں۔ حاجی خلیفہ کے الفاظ ہیں: **مسند ابن ابی شیبہ ھو کتاب کبیر** (حاجی خلیفہ، **کشف الظنون**، استانبول،۱۳۶۰ھ-۱۳۶۲ھ،۲/۱۶۷۸) تذکرہ نگاروں نے ان دو کتابوں کا الگ الگ تذکرہ کیا ہے (**تاریخ بغداد**،۱۰/۶۶؛**تذکرۃ**،۲/۴۳۲؛ سیر،۱۱/۱۲۲) مسند کا بیشتر حصہ معدوم ہے۔اس کے کچھ حصے مخطوط صورت میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ رقم ۲۳۰۳ کے تحت اور کچھ جامعہ اسلامیہ رباط میں رقم ۹۸۰ کے تحت موجود ہیں۔

(۱۱۰) ظاہریہ، حدیث رقم، ۲۷۹، ۲۸۷؛ فواد سیزگین، ۱۰۸/۱، ۱۰۹

(۱۱۱) الاعلام، ۱۱۸/۴

(۱۱۲) مصنف کے کچھ اجزاء ۱۹۷۲ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئے اور کچھ حصے ملتان سے ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئے۔ اس کے بعد مکمل مصنف ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۳ء بمبئی سے عبد الخالق الافغانی، استاذ عامر العمری الاعظمی اور مختار احمد الندوی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔

ہندوستان کے اسی ایڈیشن کو ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے شائع کیا: اس ایڈیشن کی ایک خوبی ہے کہ اس میں **کتاب الایمان والنذور** اور **کتاب الحج** کا کچھ حصہ موجود ہے جو بمبئی والے ایڈیشن میں موجود نہیں۔ ناشرین کے قول کے مطابق یہ حصہ نواحی کراچی کی مشہور علم دوست شخصیت پیر جھنڈا کی ذاتی لائبریری سے حاصل کیا گیا ہے۔ (**المصنف**، ۶/۱) کراچی کے ناشرین نے چوتھی جلد کو دو حصے میں پیش کیا ہے۔ یعنی جلد چہارم حصہ اول میں **کتاب الایمان والنذور** اور **کتاب الحج** کا کچھ حصہ رکھ دیا گیا ہے۔ جبکہ جلد چہارم کا حصہ دوم میں وہی مواد ہے جو ہندوستان سے چھپے ایڈیشن کے جلد چہارم میں۔ احادیث پر نمبروں کا اندراج جلد چہارم سے شروع ہوتا ہے اور آخری جلد تک چلتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ناشرین ادارۃ القرآن پہلی تین جلدوں میں مذکور احادیث کے نمبر بھی درج کر دیتے۔ مئوخر الذکر تمام اجزاء مختار احمد الندوی کے محقق ہیں۔

تیسرا طبع دارالکتب العلمیہ بیروت 1995ء میں شائع ہوا۔ محقق محمد عبدالسلام شاہین ہیں۔ یہ نو اجزاء پر مشتمل ہے جس میں دو فہارس کے لیے مختص ہیں۔ تمام اجزاء (1-7) میں احادیث وابواب کی ترقیم موجود ہے۔ **المصنف** کی کتب کی تعداد اڑتیس ہے جبکہ احادیث کی تعداد 37930 ہے۔ ابتداء میں محقق کا مختصر مقدمہ ہے جس میں انھوں کتاب کی تحقیق میں اختیار کردہ منہج کو بیان کیا ہے۔ متن اور سند دونوں میں بعض مقامات پر تصحیحات ہیں جو انھوں نے دوسرے مطبوعہ مصادر کی روشنی میں کی ہیں۔ مؤلف کتاب کا تذکرہ صفحہ چار تا سات پر محیط ہے۔ دو اجزاء مفید فہارس پر مشتمل ہیں۔ پہلی فہرست آیات کریمہ کی ہے، دوسری احادیث قولی فعلی اور تقریری کی ہے، تیسری فہرست آثار صحابہ و تابعین پر مشتمل ہے۔ ان فہارس نے آج کے سھل پسند طلبہ کے لیے کتاب سے استفادہ آسان بنا دیا ہے۔ ہم نے حوالہ جات کے لیے بالعموم اسی ایڈیشن کو استعمال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب محققین کی خدمات جلیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے۔ امین

(113) Jamila Shoukat, Studies in Hadith Literature, Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of The Punjab, Lahore, 2000, 133

(۱۱۴) ایک عام مسلمان جب ایک ہی مسئلہ میں علماء کے مختلف طرز عمل کو دیکھتا، پڑھتا اور جانتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ اگر دین اسلام کی کاملیت اور ابدیت پر ہمارا ایمان ہے تو غیر منصوص احکام میں یہ اختلاف، فساد و لڑائی

دین میں کسی قسم کے نقص کا معاملہ ہرگز نہیں۔

ایک ہی زمانے اور علاقے کے لوگوں کے علم وفہم اور مزاج میں فرق ایک بدیہی حقیقت ہے لہٰذا دین اسلام جو تا قیامت قابل عمل ہے، لازمی تھا کہ حکیم وخبیر ذات مختلف علاقوں اور اس میں بسنے والوں کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اصول شریعت میں ایسا توسع اور تیسیر رکھے کہ صاحب بصیرت اور اہل علم اپنے دین میں تفقہ کی بنیاد پر قرآن وسنت کے بیان کردہ اصول وقواعد کے مطابق پیش آمدہ مسائل کو حل کرسکیں۔

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں کوفہ اور بصرہ علوم نقلیہ اور عقلیہ کے مراکز تھے۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی ثقافت اور عوام کی سوچ اہل عراق سے مختلف تھی لہٰذا مراکز علمی کے علماء کے لیے لازم ٹھہرا کہ وہ پیش آمدہ مسائل کا حل اپنے اپنے علاقوں کی ثقافت اور مزاج کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں حل کریں۔سو ان اہل علم نے اپنی فہم وفراست کے مطابق دیانتداری سے مسئلہ کا وہ حل تجویز کیا جو ان کے نزدیک قرآن وسنت سے اقرب تھا۔آج کے متمدن دور میں بھی غیر منصوص احکام میں اہل علم کا یہ اختلاف عام ہے یہ اختلاف اسلام کے عطا کردہ اجتہادی بصریت کا بہترین مظہر ہے۔

(۱۱۵) ابن بشکوال، کتاب الصلۃ، ۱/۱۱۸؛ ابن الفرضی، تاریخ علماء الاندلس، ۸۲؛ سیر، ۱۳/۲۸۶

(۱۱۶) ابن الفرضی، ۸۳؛ سیر، ۱۳/۲۸۷؛

(۱۱۷) سیر، ۱۳/۲۸۸

(۱۱۸) ایضاً، ۱۳/۲۸۸

(۱۱۹) ایضاً، ۱۳/۲۸۸

(۱۲۰) سیر، ۱۱/۱۲۳

(۱۲۱) النکت الطریفة، ۷

(۱۲۲) ابن ابی شیبہ، المصنف، تحقیق محمد عبدالسلام شاہین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، کتاب الصلوٰۃ، ۱/۴۱۵

(۱۲۳) ایضاً، کتاب الطهارة، ۱/۱۰۳

(۱۲۴) ایضاً، کتاب الصلوٰۃ، ۱/۲۴۲

(۱۲۵) ایضاً، کتاب الجنائز، ۲/۴۷۰

(۱۲۶) ایضاً، کتاب الجنائز، ۲/۴۷۱

(۱۲۷) ایضاً، کتاب الصلوٰۃ، ۱/۱۴۵۔۱۴۸

(۱۲۸) ایضاً، کتاب النکاح، ۳/۴۴۰۔۴۴۶

(۱۲۹) ایضاً، کتاب الصلوٰۃ، ۱/۳۶۴۔۳۸۱

(۱۳۰) ایضاً، کتاب النکاح، ۴۸۱/۳۔۴۸۴

(۱۳۱) ایضاً، کتاب النکاح، ۱۴۸/۳، ۱۴۹

(۱۳۲) ایضاً، کتاب الجنائز، ۴۵۵/۲۔۴۵۶

(۱۳۳) ایضاً، کتاب الزھد، ۹۵/۷

(۱۳۴) ایضاً، کتاب الزھد، ۱۸۲/۷

(۱۳۵) کتاب الأوائل، ۲۴۷/۷۔۲۷۵ مثلاً آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان: جنت میں سب سے پہلے تین شخص شہید، غلام اور عیالدار غیر تمند غریب داخل کیے جائیں گے۔
اسلام میں پہلا شخص جس کو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے امیرِ لشکر بنایا وہ حضرت عبداللہ بن جحش تھے۔ جنت بقیع میں سب سے پہلے حضرت عثمانؓ اور پھر ابرہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کیے گئے۔

(۱۳۶) کتاب الرد علی ابی حنیفة جلد ۷ کے صفحات ۲۷۶۔۳۲۶ پر موجود ہے۔ کتاب کے اس حصے میں ابن ابی شیبہ نے ایک سو پچیس مسائل کی بابت کہا ہے کہ ان میں امام ابوحنیفہ کا عمل حدیث وآثار سے ثابت عمل کے برعکس ہے۔ یہ اختلاف اس زمانے میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اختلافات اہل علم میں موجود تھے۔ امام دارالھجرۃ مالک ابن انس کے بارے میں ان کے ہمعصر مصری محدث اللیث بن سعد ناقل ہیں:۔ احصیت علی مالك بن انس سبعین مسئلة کلھا مخالفة لسنة النبی صلی الله علیه وسلم مما قال مالك فیھا برأیه قال: وقد کتبت الیه فی ذلك (ابن عبد البر، جامع بیان العلم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ۱۴۸/۲) دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ کم وبیش یہی بات ابن حزم ظاہری نے کہی: کہ موطأ میں ایسی ستر روایات ہیں: وقد ترك مالك نفسه العمل بھا (تدریب الراوی، ۸۴/۱) ابن عبدالبر نے واضح طور پر بتا دیا کہ احادیث کا یہ ترک اور اس کے مخالف عمل کا ہونا کوئی آسان معاملہ نہیں، وہ فرماتے ہیں: لیس لاحد من علماء الامة یثبت حدیثاً عن النبی صلی الله علیه وسلم ثم یرده دون ادعاء نسخ علیه باثر مثله او باجماع او بعمل یجب علی أصله الانقیاد الیه او طعن فی سنده ولو فعل ذلك احد سقطت عدالته فضلا عن ان یتخذ اماما ولزمه اثم الفسق۔۔۔ (جامع بیان العلم، ۱۴۸/۲)

(۱۳۷) علمائے احناف نے مئوثر انداز میں ابن ابی شیبہ کے الزام کی تردید کی ہے۔ عبدالقادر قریشی الحنفی (م ۷۷۵ھ) نے الدرر المنیفة فی الرد علی ابن ابی شیبة اور قاسم بن قطلو بغا (م ۸۷۹ھ) نے الاجوبة المنیفة عن اعتراضات ابن ابی شیبة علی أبی حنیفة تالیف کیں (ذیل تذکرۃ الحفاظ ۱۵۸ حاشیہ ا: النکت، ۶۔۷) ان کے بعد علامہ زاہد الکوثری نے بھی ان اعتراضات کا بھرپور مدلل جواب اپنی کتاب النکت الطریفة

فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبة میں دیا۔ اپنی کتاب میں فرداً فرداً ان ۱۲۵ اعتراضات پر علمی بحث کی ہےاوراس الزام کی تردید کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: نری کثیراً من الآ راء التی یعزوھا الیه لم تثبت نسبتھاالیه فی کتب المذھب المتداولة۔۔ لو فرضنا أن أبا حنیفة أخطأ فی جمیع المسائل التی عزاھا ابن ابی شیبة الیه، لکان ھذا العدد عدداً یسیراً بالنظر الی کثرة مسائله التقدیریة فی الفقه۔۔ (النکت،۴)

(۱۳۸) البدایة، ۱۰/۶۳ـ۷

(۱۳۹) کشف الظنون، ۲/۱۲ـ۱۷

(۱۴۰) الرسالة المستطرفة،۳۶

(۱۴۱) ذیل تذکرة الحفاظ لابن فھد،۱۵۸حاشیہ

(۱۴۲) النکت الطریفة،۳

(۱۴۳) تدریب الراوی،۱/۸۴؛تذکرة الحفاظ،۳/۱۱۵۳؛ ذھبی کہتے ہیں: ماأنصف ابن حزم، بل رتبةالموطأ ان یذکر تلو الصحیحین (سیر أعلام،۱۹/۲۰۳)

(۱۴۴) النکت الطریفة،۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆